اسلام اور مغرب آخری قسط محمد عطاء اللہ صدیقی

# سیکولرزم کا سرطان

اس دور میں مغرب کی مادّیت(Materialism)اور دنیویت(Secularism) کے نظریات بھی ایک چیلنج کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ ان سے نئے مصنفوں کا ایک طبقہ متاثر بھی ہوا۔ چنانچہ ترکی، شام، مصر اور ہندوستان میں ایک مؤثر اقلیت دین اور دنیا(مذہب اور سیاست) کو جدا جدا شعبے قرار دینے لگی، لیکن روایت سے وابستہ دینی نقادوں اور مفکروں کی اکثریت اس پر قائم ہے کہ اسلام میں دین اور دنیا دونوں ایک کلی حقیقت کے طور پر یکجا ہیں اور دونوں ایک عظیم مقصد کے تحت لازمی ہیں۔ ان نقادوں میں علامہ شبلی نعمانی، علامہ اقبال، ابوالکلام آزاد، سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی وغیر شامل ہیں۔ علماءِ عرب میں مفتی محمد عبدہ، الاستاذ عبدالعزیز شاویش، علامہ رشید رضا، سید قطب شہید وغیرہ نے اسی خیال کا اظہار کیا ہے"

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: صفحہ ۴۴۳ تا ۴۴۶)

ہمارے نام نہاد لبرل دانشوروں نے روسو، والٹیر، ہیوگو، جان لاک، ہابز، جان اسٹارٹ مل، کارل مارکس، فریڈرک اینجلز، ماؤزے تنگ، لینن اور یورپی مستشرقین کو تو بہت پڑھ رکھا ہے مگر انہوں نے کبھی اسلام کے صحیح معنوں میں مفکرین اور مؤرخین کو نہیں پڑھا۔ ان مین سے شاید ہی کسی نے امام غزالی، شاہ ولی اللہ، علامہ ابن قیم، امام ابن تیمیہ، امام شاطبی، حافظ ابن حجر، الماوردی، ابن خلدون، ابن الخطیب، علامہ ابن حزم، نظام الملک طوسی، شعیب ارسلان جیسے نابغہ ہائے عصر کو کبھی پڑھنے کی زحمت گوارا کی ہو، ان کا اسلام کے متعلق مبلغ علم بس اتنا ہے جتنا کہ یورپی مستشرقین کی تحریروں میں وہ دیکھ لیتے ہیں۔ وہ اسلام کو اسلام کے اصل ماخذوں کی بجائے یورپی متعصب مصنفین کی تحریروں کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ عربی زبان سے وہ واقف نہیں ہیں اور اردو زبان سے واقف ہونے کے باوجود اسے "منہ نہیں لگانا" چاہتے کہ اس طرح ان کی دانشوری ترقی پسندی سے پھسل کر رجعت پسندی کے گڑھے میں گر سکتی ہے۔ اگر کبھی قرآن وسنت کے بنیادی ماخذوں کے متعلق ان میں سے بعض کا میلان پیدا بھی ہوتا ہے، تو وہ یہ مطالعہ اس نیت سے کرتے ہیں کہ انہیں ایسا مواد مل جائے جس سے ان کی 'روشن خیالی' اور "ترقی پسندی" کی تائید ہوتی ہو۔ وہ اسلام کی روشنی میں مغربی افکار کو جانچنے کا میلان نہیں رکھتے، ان کی فکری تگ ودوساری اس نکتے کے گرد گھومتی ہے کہ کس طرح اسلام کو مغربی افکار کا لبادہ اوڑھ کر دنیا کو اسے 'ماڈرن' بنا کر دکھایا جائے۔ علامہ یوسف القرضاوی اپنی مشہور کتاب "سیکولرزم اور اسلام" میں سیکولر دانشوروں کی اسی نفسیات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لادینیت کے داعی حضرات علی الاعلان اس صاف ستھرے اسلام پر تو اعتراض کرنے کی ہمت نہیں رکھتے، البتہ انہوں نے اپنا ایک الگ اسلام اختراع کرلیا ہے اور اسے وہ ہم پر زبردستی تھوپنا چاہتے ہیں۔ ان کا اسلام اس اسلام سے قطعی مختلف ہے جو اللہ کی کتاب قرآنِ پاک میں موجود

ہے۔ جو اسلام قرآنِ مجید میں محفوظ ہے یہی حقیقی اسلام ہے، یہی حقیقی اسلام ہے، حضورِ اکرم ﷺ اسی اسلام کو لے کر مبعوث ہوئے تھے، اسی کی جانب آپؐ نے لوگوں کو دعوت دی تھی۔ یہی وہ اسلام ہے جسے خلفاءِ راشدین نے عملاً نافذ کیا اور جس کی توضیح وتشریح ائمہ محدثین اور مفسرین نے کی ہے۔ لیکن اسلام سے لادینیت پسندوں کی مراد ایسا اسلام ہے جن پر وہ ان غلطیوں کا بوجھ لاد سکیں جو تاریخ میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی ہیں۔ وہ اسلام کی وہی تصویر پیش کرتے ہیں جو انہوں نے خود بتائی ہے یا ان کے پیش رو مستشرقین اور مسیحی مشنریوں نے تیار کی ہے'' (صفحہ ٣٠)

جدید یورپ کے نامور شہرۂ آفاق فلسفیوں اور مؤرخین مثلاً ٹائن بی، جی ایچ ویلز، ول ڈیورانٹ اور پروفیسر ولفریڈ کینٹ، ول اسمتھ بھی اقرار کرتے ہیں کہ مغرب کی تہذیبی روایات کا سرچشمہ صیہونی مسیحی (Judeo Christian) اور یونان وروم کی میراث ہے۔ شاید پاکستان کے لبرل ازم کے پجاریوں کو بھی اس حقیقت سے انکار نہ ہو، مگر ان کا طرزِ عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ مسیحی یورپ کے تہذیبی اقدار، ان کے لادینی مزاج، ان کے کلیسا کے کردار، ان کے ثقافتی ارتقاء کے اَہم عوامل، ان کی تہذیب میں مسیحی صیہونی اثرات وغیرہ جیسے عناصر اور ان کے مخصوص تاریخی پس منظر کا لحاظ کئے بغیر تہذیبِ مغرب کو پاکستانی معاشرے پر مسلط کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے قول وفعل میں تضاد اور ان کے معیارات دوہرے ہیں۔ وہ پاکستان اور مغرب کا جب بھی موازنہ کریں گے، پاکستان کو ایک وحشی تمدن کا نمونہ ظاہر کرنے میں کوئی اِبلاغی کسر اُٹھا نہیں رکھیں گے۔ انہیں پاکستان اور جدید مغرب کے اداروں میں کسی قسم کی کوئی قدرِ مشترک نظر نہیں آئے گی۔ مگر اس کے باوجود وہ پاکستانیوں کو گھسیٹ کر تہذیبِ مغرب کے گڑھے میں دھکیلنے کے لئے بے چین ہیں۔ یہی منافق لبرل دانشور ہی ہیں جنہوں نے پاکستان میں پانچ اقلیتوں کا شرانگیز نظریہ گھڑا ہوا ہے۔ انہیں صوبہ پنجاب کے ہی دو علاقوں ملتان اور لاہور کی تہذیب وکلچر میں اس قدر معرکۃ الآراء فرق نظر آتا ہے کہ یہ سرائیکی صوبہ کے قیام کے نعرے لگاتے ہیں۔ یہ بلوچستان، سندھ، سرحد اور پنجاب کا موازنہ اس طرح کرتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ چار مختلف ممالک کا تذکرہ کیا جارہا ہو۔ اسی صوبائی تعصب کو ہوا دینا ہی ان کی سیاست کا ایک اہم اُصول ہے۔ مگر وہ اس اُصول پر قائم نہیں رہتے۔ جب یہ مغربی تہذیب اور سیکولرزم کو پاکستان میں نافذ کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو انہیں پاکستان اور سکینڈے نیویا کی تنگ دھڑنگ اور یورپ کی ملحدانہ تہذیب اور روس جیسے خنک علاقے کے کلچر اور پاکستانی معاشرے میں بالکل کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ یہاں پاکستانی کلچر کے تشخص سے ہی یہ اِنکار کرتے ہیں۔ ان آزادیٔ ضمیر کے اَن تھک مناددوں کا ضمیر اگر زندہ ہوتا تو شاید پاکستان اور یورپ کے درمیان ثقافتی فرق کا اِدراک کوئی مشکل اَمر نہیں تھا۔ اور شاید سیکولرازم کی بات کرتے ہوئے انہیں اپنے ہی ضمیر کے طمانچوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ مگر یہ بات تو زندہ ضمیر لوگوں کی ہے!!

تحریکِ پاکستان کے نامور محقق ومؤرخ پروفیسر شریف المجاہد پاکستان کے مذہب بیزار سیکولر افراد

کی اسلامی تعلیمات کے متعلق لاعلمی اور مذہب سے ان کی نفرت کے بارے میں بے حد افسردہ دلی کے انداز میں اپنے تحقیقی مقالہ ''پاکستان میں ناروا داری'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''بدقسمتی سے آزاد خیال افراد اور حقوقِ انسانی کے مبلغ، اسلام بلکہ سرے سے مذہب کے بارے میں ہی ایک مسخ شدہ تصور رکھتے ہیں، اور اس کی وجہ اسلام سے ان کی ناواقفیت ہے۔ اب سے پہلے جو تجدد پسند گذرے ہیں، اگر یہ لوگ انہی کی طرح اسلام کے تاریخی ورثے اور اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوتے تو انہیں اندازہ ہوتا کہ وہ اسلام کی اس تفسیر سے جو خمینی نے کی ہے، بہت دور ہیں۔ اس کی بجائے اسلام کا ایک انسانی پہلو ہے''

پروفیسر شریف المجاہد اِن لبرل حضرات کو مشورہ دیتے ہیں:

''اسلام سے (اگر وہ اس کی مخالفت نہیں کرتے تو بھی) اجتناب برتنے اور اسے نظر انداز کرنے کی بجائے، آزاد خیال عناصر اور انسانی حقوق کے مبلغین کے حق میں اچھا ہوگا اگر وہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی دو مطبوعات ''قرآن کے مفاہیم'' اور ''اسلام اور تجدد'' کا مطالعہ کرلیں اور ان کی باتوں پر دھیان دیں۔ اس مطالعے سے انہیں معلوم ہوگا کہ وہ جن اَقدار (انسان دوستی، رواداری) کے دعویدار ہیں اور جن کی تبلیغ کررہے ہیں، وہ عمومی انداز میں اسلامی تعلیمات کے اندر ہی موجود ہیں''

وہ مزید لکھتے ہیں:

''یہ آزاد خیال لوگ اگر اسلام کو محض چند رسوم کا مجموعہ یا محض اوامر و نواہی کی دستاویز سمجھتے ہیں اور خود کو اپنی تاویلات تک محدود رکھتے ہیں یا اسے ردّ کردیتے ہیں، تو وہ ان اُصولوں سے بھی بے انصافی کررہے ہیں جنہیں وہ بے حد عزیز رکھتے ہیں اور اسلام سے بھی انصاف نہیں کرتے۔ پاکستانی معاشرے کی خصوصیات کے پیش نظر اور عام لوگوں کے مزاج کو سمجھتے ہوئے ان لوگوں کو چاہئے کہ اسلام سے شناسائی پیدا کریں اور اس کے فلسفے کو اور اس کے بنیادی اُصولوں کو سمجھیں، بشرطیکہ وہ معاشرے کی تعمیر میں کوئی کردار ادا کرنا چاہتے ہوں۔ بیرونی اَقدار کو ملک کے اندر درآمد کرنے یا انہیں اس طرح پیش کرنے سے کہ گویا وہ مغرب کے تجربوں سے اَخذ کی گئی ہیں، مغرب کی تعلیم یافتہ اَشرافیہ کے دلوں میں تو ہمدردی کے جذبات پیدا کئے جاسکتے ہیں، لیکن ناخواندہ اور نیم خواندہ عوام کے لئے، ایسی باتیں کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پاکستان کے روشن خیال عناصر اور حقوقِ انسانی کے علمبردار اسلامی ثقافت کو قبول کرنے میں آناکانی نہ کریں۔ وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے ذہنی تحفظات اور تعصبات سے جان چھڑائیں''

پروفیسر شریف المجاہد صاحب نے مندرجہ بالا سطور میں پاکستانی کے نام نہاد روشن خیال اور لادین عناصر کو پاکستانی کلچر کے سانچے کو قبول کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے بالکل یہی بات اپنے اس الہامی مصرعے میں فرمائی تھی ؎

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

سیکولر ازم ایک وسیع الجہات اور سریع الاثر نظریہ ہے جو اپنے معتقدین کی فکر میں اِنقلاب برپا کر دیتا ہے۔تصورِ کائنات یعنی انسان کے کائنات میں مقام سے لے کر زندگی کے ہر پہلو کے بارے میں سیکولرزم پر یقین رکھنے والوں کے خیالات یکسر بدل جاتے ہیں۔ چونکہ یہ نظریہ مسیحی یورپ کی دینی آمریت کے خلاف ردّعمل کےطور پر پروان چڑھا، اسی لئے سیکولر افراد میں مذہب کے خلاف شدید نفرت اور عمومی بغاوت کا مزاج پیدا ہوجاتا ہے۔ وہ اگر کسی بات کو درست بھی سمجھتے ہوں، جونہی انہیں معلوم ہوجائے کہ اس بات کا سرچشمہ مذہب کی تعلیمات ہیں،تو وہ اس سے شدید بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اس کو جنونی انداز میں مسترد کردیتے ہیں۔ ان کے اندر مریضانہ عقل پرستی بلکہ اِلحاد پرستی کا نفسیاتی مرض پیدا ہوجاتا ہے۔ ذرا معتدل مزاج کے سیکولر افراد خدا کے وجود سے تو کلّیۃً اِنکار نہیں کرتے مگر یومِ آخرت جنت اور دوزخ کے معاملات انہیں محض علامتی باتیں لگتی ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے (نعوذ باللہ)

ایسے معتدل حضرات اَخلاقی بزدلی کا شکار ہوتے ہیں، وہ کھل کر پبلک میں تو مذہب کا انکار نہیں کرتے لیکن اپنی نجی محفلوں میں مذہب کو رجعت پسندی کہہ کر اپنی ''ترقی پسندی'' کا اعتبار قائم کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ مذہب کا جو منافقانہ اور خانہ زاد مجہول سا تصور ان لوگوں نے قائم کر رکھا ہے، اس کی رو سے یہ لوگ نماز، روزہ، حج وغیرہ کو غیر ضروری بلکہ نامعقول رسومات (Rituals) کا نام دیتے ہیں۔ مغرب کے سیکولر دانشوروں نے مذہبی عبادات کے لئے Rituals کی ترکیب گھڑ کر ایسے نوآموز سیکولر افراد کے منہ میں ڈال دی ہے، اب یہ موقع بے موقع اس کی جگالی کا شغل فرما کر مولویوں کو تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ اپنی تمام تر مذہب دشمنی کے باوجود یہ حضرات یہ دعویٰ کرنے سے باز نہیں رہتے کہ مذہب کا اصل مقصود 'انسان دوستی' ہے۔ عبادات تو اس مذہب کے زمرے میں آتی ہیں جنہیں مولویوں نے مسخ کر رکھا ہے تاکہ وہ اپنی پیٹ پوجا کرسکیں۔ 'انسان دوستی' ایک اور مغالطہ آمیز ترکیب ہے جو ان حضرات کے وِردِ زبان رہتی ہے اور یہ پاکستان جیسے مذہبی معاشروں میں اس اِصطلاح کو عوام کی طرف سے ممکنہ ردّعمل کے خلاف ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس ''انسان دوستی'' جس کے لئے انگریزی میں ''ہیومن ازم'' کی اِصطلاح مروّج ہے، کا وہ مفہوم پاکستانی عوام کے سامنے قطعاً پیش نہیں کرتے جو انگریزی زبان کے انسائیکلو پیڈیا یا بنیادی ماخذوں میں موجود ہے۔ ہیومن ازم کی اصطلاح اپنے مفہوم کے اعتبار سے سیکولر ازم کے بہت قریب ہے۔ اس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ کائنات میں خدا، یا مافوق الطبیعاتی وجود کی بجائے انسان ہی درحقیقت اصل مرکز ومحور ہے۔ الہامی تعلیمات کی بجائے انسانی عقل عام انسانوں کے لئے زیادہ بہتر انداز میں سوچ سکتی ہے۔ ہیومن ازم دراصل ''خدا پرستی'' کے مقابلے میں ''انسان پرستی'' کا درس دیتی ہے۔ سیکولر ازم میں ''دنیا پرستی'' اور ہیومن ازم میں ''انسان پرستی'' دراصل ایک ہی فلسفہ کے دو رُخ ہیں۔ مگر پاکستان کے سیکولر دانشور اپنی مخصوص ''انسان دوستی'' کے سرچشمے بابا بلھے شاہ، بابا فرید اور اس طرح کے دیگر صوفی شعراء کی تعلیمات میں بڑی فریب کاری سے ڈھونڈ

نکالتے ہیں اور ان صوفیا سے لوگوں کی اندھی عقیدت کا استحصال کرتے ہوئے بے حد غیر محسوس انداز میں لادینیت کا پرچار کرتے رہتے ہیں۔ پاکستان کے علماء کو یہ سیکولر افراد حقارت سے 'ملا' اور آج کل انسانی حقوقیوں کی ایک جدید سیکولر نسل انہیں ''جنونی اور جہادی ملا'' کے اُلقابات عطا کرتی ہے۔ 'ملا' کا لفظ سنتے ہی ان کے چہرے کی رنگت بدلنا شروع ہوجاتی ہے اور ان کے روشن خیال ذہن سے ترقی پسندانہ گالیاں جھاگ بن بن کر اُڑنا شروع ہوجاتی ہیں۔ 'ملا' کو انہوں نے محض نام کے طور پر استعمال کرنا ہوتا ہے، ورنہ ان کا اصل ہدف اسلام ہی ہوتا ہے۔

آپ جب بھی ان کی ترقی پسندانہ (درحقیقت ملحدانہ) سوچ کی تردید کے لئے قرآن وسنت کا حوالہ دیں، تو یہ سیکولر افراد بغیر کوئی وقت ضائع کئے 'فتویٰ' اُچھال دیں گے: ''جناب چھوڑیئے، یہ سب ملا کی کارستانی ہے، ملا نے اسلام کی من چاہی تعبیر نکالی ہوئی ہے، ورنہ اسلام تو روشن خیال، لبرل اور بے حد ترقی پسندانہ مذہب ہے۔ کٹھ ملائیت نے اسلام کو جدید زمانے میں بے حد بگاڑ کر رکھ دیا ہے، ہم مہذب ملکوں میں ملاؤں کی اس تنگ نظری کے باعث وحشی سمجھے جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ'' ...... آزادیٔ نسواں کی علمبردار سیکولر خواتین تو بات بات میں 'ملاؤں' پر برسنا اپنی ذہنی اور 'روحانی صحت' کی حفاظت کے لئے ضروری سمجھتی ہیں۔ عورتوں کی نصف وراثت کا معاملہ ہو، یا مردوں کے لئے طلاق کا حق مخصوص کرنے کی بات ہو، یا پھر مرد وزن کے اِختلاط کے منافی کوئی قرآن وسنت سے حوالہ، یا پھر حجاب، جس سے یہ بے حد خار کھاتی ہیں، کی بات ہو، ایسی کوئی بات کرکے متکلم کو اپنی آبرو کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ وہ چھوٹتے ہی اسے تنگ نظر، ظالم، عورت دشمن، رِجعت پسند اور شہوت پرست ملا کے ''ریڈی میڈ'' قسم کے خطابات کا تختۂ مشق بنانا شروع کردیں گی۔ انہیں قرآن سے خود یہ حوالہ جات دیکھنے کی تجویز دی جائے تو کہتی ہیں: ''ہم عربی تو جانتی نہیں ہیں، مولویوں نے قرآن کا غلط ترجمہ کرکے عورتوں کو ان کے حقوق سے محروم کرنے کی سازش کی ہے۔''

سیکولرازم کے 'متاثرین' کے مختلف درجات ہیں۔ یادرکھئے سیکولرازم ایک فکری سرطان ہے جو قومی جسد کے اعضائے رئیسہ کو تباہ کرکے پوری قوم کو اس کے نظریاتی اَساس یعنی اس کی روح سے اُسے جدا کرکے اسے فکری اور روحانی موت سے دوچار کردیتا ہے۔ اس مرض کے جراثیم جس فرد یا معاشرے میں نفوذ کرجائیں، آہستہ آہستہ بڑھتے رہتے ہیں۔ سرطان کے مرض کے متعلق یہ بات بتائی جاتی ہے کہ اگر اسے ابتدائی مرحلے میں کنٹرول کرلیا جائے تو یہ مہلک ثابت نہیں ہوتا، مریض کسی نہ کسی صورت میں زندہ رہتا ہے، لیکن اگر اس پر توجہ نہ دی جائے تو پھر اچانک اس کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور مریض آناً فاناً موت کے اندھے غار میں غائب ہوجاتا ہے، اس کے عزیز واقارب بے بسی سے اپنی آنکھوں کے سامنے اس کی اس جہانِ فانی سے رخصتی کا ہولناک منظر دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ یہی مثال معاشروں کو لگے ہوئے سیکولرزم کے سرطان پر بھی صادق آتی ہے۔ مغربی معاشرہ اپنی تباہی کے آخری دہانے پر ہے، اس تباہی

کے پس پشت اگر غور کیا جائے تو اس کا سبب سیکولرازم کا سرطان ہی ہے۔ مغربی دانشوروں نے اس فکری سرطان کو آزادیوں کا سرچشمہ سمجھ کر بڑھنے دیا۔ اس کے علاج کی بات تو ایک طرف وہ اِسے مرض سمجھنے کے لئے ہی تیار نہ تھے۔ آج وہ سر پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں، اور یہ مرض لاعلاج صورت اختیار کر چکا ہے۔ اگرچہ بیسویں صدی کے آغاز میں جرمن مفکر اوسوالڈ اسپنگلر نے ''زوالِ مغرب'' کے عنوان سے اپنی کتاب میں مغرب کے اس مرض کی طرف توجہ دلائی تھی، کچھ اور مفکرین نے بھی مغرب کے بڑھتے ہوئے اَخلاقی زوال کے خطرات سے اہل یورپ کو متنبہ کرنے کی کوشش کی، مگر ان کی ساری کاوشیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ آزادیوں اور جنسی آوارگیوں میں مست مغرب اس طرح کے اہل دانش کو پرانے وقتوں کے لوگ سمجھ کر دھتکارتا رہا اور آج خاندانی نظام کو بچانے کے لئے اہل مغرب بالکل اس طرح کی بے حصول کوششیں کر رہے ہیں جس طرح کہ ایک فزیشن خون کے سرطان کے مریض کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے حالانکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے علاج کا اس مریض کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ممکن ہے بعض حضرات راقم کی طرف سے سیکولرزم کے لئے فکری سرطان کی ترکیب کو قبول کرنے میں تامل کا شکار ہوں، مگر یورپ وامریکہ میں جنسی ہوسنا کی کی تسکین کے یہ گھٹیا اور عام مناظر، بے نکاحی ماؤں کی گود میں حرامی بچوں کی بہاریں، خاندانی ادارے کی تباہی، الحاد و زندیقیت کا سیلاب، حیوانیت وشہوانیت کے اُبلتے جذبات، عورتوں اور مردوں میں ہم جنس پرستی جیسے غلیظ رجحان میں روز بروز اضافہ، عورتوں میں حیا وشرم کا فقدان، نسوانی حقوق کے نام پر بے حیائی کا پرچار، مادّہ پرستی اور ہوس پرستانہ خودغرضی کے غیر انسانی واقعات، سمندری ساحلوں، پارکوں اور ائیر پورٹوں پر اباحیتِ مطلقہ کی شرمناک حرکات، آخر ان سب مظاہر کے اَسباب کیا ہیں۔ ہر عمل کے پیچھے کوئی نہ کوئی سوچ کارفرما ہوتی ہے، مندرجہ بالا چند اور دیگر جرائم اور قباحتوں کی بنیادی وجہ مغربی معاشرے کی اِلہامی تعلیمات سے روگردانی اور سیکولر ازم (لادینیت) کی پذیرائی ہے۔ ایسے مظاہر کا ظہور صرف مغربی معاشرے تک ہی محدود نہیں ہے۔ یہ پاکستان جیسے اِسلامی معاشرے میں بھی رونما ہوسکتے ہیں اور کہیں کہیں ہو رہے ہیں۔ ہمارے ذرائع اَبلاغ سیکولرزم کو جس طرح فروغ دے رہے ہیں، اس کے نتائج یہاں بھی وہی ہوں گے جو مغرب میں قابل مشاہدہ ہیں۔

سیکولرزم کے فتنہ کا شکار بعض وہ مسلمان بھی ہیں، جو اپنے آپ کو ''اسلامی مفکر'' سمجھنے کی خوش فہمی میں بھی مبتلا ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اس مرض کا اثر ابھی ابتدائی منزل سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہ اسلام کی ہر بات کو سیکولر نقطہ نظر سے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دراصل ان پر 'جدیدیت' کا دورہ پڑتا رہتا ہے۔ شروع شروع میں جب کسی اسلامی مفکر کو سیکولرازم کا دورہ پڑتا ہے تو وہ غلام احمد پرویز اور رفیع اللہ شہاب کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ یہ رفیع اللہ شہاب پر اسی سیکولرزم کا اثر ہی ہے کہ موصوف انگریزی زبان میں اسلام کی ترقی پسندانہ تعبیر پر مبنی اپنے مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ چند ماہ قبل روزنامہ ''دی نیشن''

میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں موصوف نے اسلام کے دورِ اوّل میں پائی جانے والی کنیزوں اور لونڈیوں کو جدید دور کی اصطلاح میں ''ورکنگ وومن'' قرار دیا اور پھر ان کی مثال سے استنباط کرتے ہوئے آج کل کی ''ورکنگ وومن'' کے لئے پردہ غیر ضروری ہونے کا فتوٰی صادر فرما دیا۔ موصوف چونکہ انگریزی زبان میں لکھتے ہیں، اسی لئے علماء کی گرفت سے بھی بچے رہے۔ موصوف روشن خیال عورتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے جنوں میں قدیم عرب معاشرے کی لونڈیوں اور آج کل کی ملازم بیگمات کے درمیان حفظِ مراتب کو یکسر فراموش کر گئے۔ سیکولرازم کے مرض میں تھوڑا سا اضافہ ہوتا ہے، تو فرد کی شخصیت میں جو تبدیلی رونما ہوتی ہے وہ جسٹس محمد منیر اور اصغر خان کی طرح کی شخصیات کی افزائش میں بدل جاتی ہے۔ سیکولرازم کے سرطان کی آخری منزل میں پہنچے ہوئے 'لبرل' لوگ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسی ارواحِ خبیثہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ملعون رشدی نے اپنے ناول ''شیطانی آیات'' کے متعلق دفاع کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں یہ بکواس کی: (استغفراللہ)

"It is an attempt to write about religion and revelation from the point of view of a secular person." (Times of India: 8-10-88)

یہ (کتاب) مذہب اور وحی کے بارے میں ایک سیکولر آدمی کا نقطہ نظر بیان کرنے کی کوشش ہے''

جو لوگ سیکولرازم کا مطلب ''ریاستی معاملات میں غیر جانبداری'' ہی بتاتے ہیں، انہیں سلمان رُشدی کے اس بیان پر توجہ دینی چاہئے۔ کیا پاکستان کے لبرل دانشور یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ سیکولرازم کے بارے میں سلمان رشدی سے زیادہ جانتے ہیں؟ ملعونہ تسلیمہ نسرین جس نے اپنے ناول میں قرآن مجید کے متعلق سخت اہانت آمیز باتیں لکھی تھیں، وہ آزادیٔ اظہار کے اس سیکولر تصور کی روشنی میں ان خرافات کا جواز بتاتی ہے۔ ہمارے پاکستان میں بھی تسلیمہ نسرین کی ہم خیال این جی اوز کی کئی بیگمات موجود ہیں۔ مگر رائے عامہ کے خوف کی وجہ سے اور کچھ رشدی اور تسلیمہ کی عبرتناک دَربدری اور روپوشی کی وجہ سے ان میں اپنے غلیظ خیالات کو ظاہر کرنے کی جراءت نہیں ہو سکی۔

آیئے سیکولرازم کے انسانی فکر پر اثرات کو مزید واضح کرنے کے لئے پاکستان کے چند سیکولر افراد کے شائع شدہ بیانات کا تجزیہ کریں:

(۱) چوہدری اعتزاز احسن: پاکستان کے سیکولر دانشور اپنے دل کی گہرائی میں اسلام کے عصری تقاضوں کا ساتھ دینے اور جدید دور میں اس کے قابل عمل نظام ہونے کے بارے میں شکوک کا شکار ہیں۔

وہ اپنی فکر کے اعتبار سے اسلام کو عالمگیر نظام سمجھنے میں بھی تامل کا شکار ہیں۔ چوہدری اعتزاز احسن، ایڈووکیٹ ایک معروف دانشور ہیں، موصوف پاکستان کے وزیر داخلہ بھی رہ چکے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ''انڈس ساگا'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب بھی تحریر کر چکے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے اسلام اور نظریۂ پاکستان کے مقابلے میں قدیم ہندی کلچر کے گن گائے ہیں۔ ارشاد احمد حقانی صاحب نے گذشتہ

سال اپنے کالموں میں اعتزاز احسن کی کتاب کے قابل اعتراض حصوں کی نشاندہی بھی کی تھی۔ مئی ۹۹ء میں راقم الحروف نے انہیں ہمدرد سنٹر میں تقریر کرتے ہوئے سنا جس میں موصوف نے برملا یہ کہا کہ ہم ہمیشہ اس فرق (ہندو مسلم) کو ہی بیان کرتے رہتے ہیں جس سے ہماری قومی نفسیات پر منفی اثرات پڑے ہیں۔ انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں دوقومی نظریہ کی مخالفت کی۔ حاضرین میں سے ایک فرد نے چٹ کے ذریعے ان کے اس بیان پر انہیں احتجاج بھی بھجوایا۔ ہندو مسلم کے ایک ہونے کا عملی اظہار انہوں نے اپنی صاحبزادی کی شادی کی تقریب کے دوران عملی صورت میں کیا جب بھارت سے کثیر تعداد میں ہندو اس تقریب کے مہمان تھے۔

۱۲ مئی ۱۹۹۰ء کو چوہدری اعتزاز احسن نے شریعت بل کی تیسری خواندگی کے موقع پر اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''وہ شریعت جو ریگستانی معاشروں کے لئے تھی اور ریگستانی معاشرے بھی ایسے کہ خانہ بدوش...... اور خانہ بدوش بھی ایسے کہ جہاں بیٹی، بہن اور عورت کی وہ عزت نہ تھی جو دجلہ وفرات کے زرعی معاشروں میں تھی۔ وہ شریعت یہاں وادیٔ سندھ میں نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔''

جناب نعیم صدیقی نے چوہدری اعتزاز احسن کے اس توہین آمیز بیان کے ۔۔۔ ہفت روزہ ''زندگی'' میں مفصل مضمون تحریر کیا۔ جناب نعیم صدیقی کے درج ذیل درد بھرے جملے ملاحظہ فرمایئے:

''ان الفاظ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایک تو وقت کے اس ماہر خطابات کو سرے سے شریعت اور اسلامی نظام کا علم ہی نہیں کہ اس کی تعلیم کیا تھی جو شخص اسلام اور اس کی شریعت کو نہ جانے، اسے کس ڈاکٹر نے یہ نسخہ لکھ دیا ہے کہ وہ ضرور اس موضوع پر خیال کرے......!!

آخر متذکرہ بیان کی روح اور سلمان رشدی کی ہفوات میں کتنی ڈگری کا فرق ہے۔ اعتزاز احسن صاحب اگر اسلام سے لفظی بھلائی بھی نہیں کر سکتے تو انہیں کون سی جماعتِ حکماء وفلاسفہ نے مشورہ دیا ہے کہ وہ ضرور اسلام کی صف میں رہیں۔ شریعتِ محمدیؐ پسند نہیں تو جایئے شریعت بش اور شریعت لینن کے پاؤں پڑیئے۔ آخر اسلام پر لایعنی کرم فرمائی کس لئے؟

...... ریگستانی معاشرے کے لفظوں سے شریعتِ اسلامی کے وزن ووقعت میں کمی کرنے کی سعیٔ رائیگاں پر تو رحم آتا ہے...... کس فخر سے کہتے ہیں کہ وادیٔ سندھ میں وہ ریگستانی شریعت کیوں؟ جی وادیٔ سندھ کو کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں۔ کیا محض موہن جوڈرو، ہڑپہ اور ٹیکسلا کی کھدائیوں کو سرمایۂ حیات سمجھا جائے اور اس بات کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وادیٔ سندھ پر ڈاکوؤں اور تخریب کاروں کا راج ہے...... کس شخص کا ایسی پست اور نامعقول ذہنیت کے ساتھ اسمبلی میں بیٹھنا جسے سنجیدہ معاملات میں اختلاف کا شائستہ اسلوب بھی نہ آتا ہو، بجائے خود ایک علامتِ عذاب ہے...... حضرت اعتزاز احسن اس عظیم الشان سیاسی طبقہ دانشوراں سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مخالف دین رجحانات کو قوم پر اختیارات پا کر جبراً ٹھونسنے کی کوشش کرتا ہے...... اعتزاز احسن کو کسی اچھے

روحانی معالج کی ضرورت ہے'' (ہفت روزہ 'زندگی' لاہور: ۲۲ تا ۲۸ جون ۱۹۹۰ء)

(۲) احمد بشیر: یورپ میں سیکولر ازم کی بھیانک صورت اشتراکیت کے روپ میں سامنے آئی۔ اشتراکیت نے تو مذہب کو 'افیون' قرار دے کر سرے سے مذہب کی اہمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ پاکستان میں بدترین سیکولر طبقہ وہ ہے جس نے اشتراکیت کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ سوشلزم اور سیکولرزم اپنے مزاج اور نظریہ کے اعتبار سے اِلحاد اور مریضانہ مادّہ پرستی پر مبنی نظامِ فکر ہیں۔ احمد بشیر کو پاکستان کے اشتراکیوں میں ایک کٹر، باغی اور بزرگ سیکولر 'دانشور' کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ راجہ فتح خان نامی ایک شخص نے ارشاد احمد حقانی صاحب کی جانب سے پاکستان میں ''اسلام، جمہوریت اور سیکولرزم'' کے متعلق شروع کی گئی بحث میں حصہ لیتے ہوئے حقانی صاحب کو ایک مفصل خط لکھا۔ اس خط میں راجہ فتح خان احمد بشیر کو پاکستان میں مادّہ پرستوں کے نمائندے اور علامت کے طور پر ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

> ''مادّیت والوں کا اس پر اعتراض ہے کہ اگر خالق کے بغیر کوئی چیز تخلیق نہیں ہوسکتی تو خود خالق کائنات کو کس نے تخلیق کیا ہے'' (نعوذ باللہ) اس طرح یہ دو نظریات ایک دوسرے کو قائل کر ہی نہیں سکتے۔ نہ کوئی احمد بشیر کسی ارشاد احمد حقانی کو قائل کرسکتا ہے اور نہ کوئی ارشاد احمد حقانی کسی احمد بشیر کو'' (۲ راپریل ۱۹۹۹ء، روزنامہ جنگ، ادارتی صفحہ)

اِن سطور میں احمد بشیر کے چاہنے والے نے احمد بشیر کا جو نقشہ کھینچا ہے اس میں بڑے فخر سے اسے ملحد اور خدا کے وجود کا منکر ظاہر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انتہا پسند سیکولر افراد مذہب سے متنفر ہونے کے بعد بالآخر اِلحاد پرستی کو ہی اپنا 'مذہب' بنا لیتے ہیں۔

احمد بشیر ملحد ہونے کے ساتھ ساتھ رقص و موسیقی و شراب نوشی کا بھی دلدادہ ہے۔ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں کل پاکستان موسیقی کانفرنس کے موقع پر احمد بشیر نے کتھک ڈانس کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ ''ہمارے مولوی اس تفریحِ طبع پر مبنی رقص کی خوامخواہ مخالفت کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ (نعوذ باللہ) حضور اکرم ﷺ بھی رقص دیکھا کرتے تھے۔ آدم اور حوا بھی (نعوذ باللہ) ناچتے ہوئے جنت سے نکلے تھے''

اس طرح کے ملحد اَفراد رقص کا یہ شوق خود پورا کرتے رہیں تو غالباً ان پر کوئی اعتراض نہیں کرے گا لیکن یہ دریدہ دہن اپنے مکروہ اَفعال کو رسالت مآب ﷺ جیسی پاکیزہ منزہ ہستی کے ساتھ منسوب کرکے شارعِ اسلام کی سخت توہین کے مرتکب ہوتے ہیں اور ایسا یہ جان بوجھ کر کرتے ہیں۔ علماء نے احمد بشیر کے اس بیان پر شدید ردّعمل کا اظہار کرتے ہوئے اس پر توہین رسالت کا مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا۔ مجلس احرار کے ترجمان نے بالکل صحیح تبصرہ کیا۔ انہوں نے کہا ''حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام ناچتے ہوئے جنت سے نہیں نکلے تھے بلکہ احمد بشیر اس دنیا میں اُچھلتا کودتا اور اُودھم مچاتا ہوا آیا ہوگا'' جمعیت علمائے اسلام کے راہنما مولانا امجد خان نے بیان میں کہا کہ

''احمد بشیر بدبخت نے (نعوذ باللہ ) رسول اکرم ا کی شان میں گستاخی کی ہے۔حضور ا نے کبھی رقص نہیں دیکھا، یہ اس خبیث شخص نے الزام لگایا ہے۔''

احمد بشیر نے مختلف افراد کے خاکوں پر مبنی ایک کتاب تحریر کی جس کا عنوان تھا'' جو ملے تھے راستے میں'' ......اس کتاب میں بے دین احمد بشیر نے علی الاعلان اور برملا اپنی شراب نوشی کی عادت کا ذکر کیا۔ ایک سیکولر آدمی خونی رشتے ناطوں کے حوالے سے کس قدر بے حمیت اور بے غیرت بن جاتا ہے، اس کا اندازہ احمد بشیر کے درج ذیل الفاظ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو اس نے مذکورہ کتاب میں اپنی بہن پروین عاطف کے بارے میں تحریر کئے:

''پروین میری بہن اس زمانے میں ایم اے میں پڑھتی تھی اور لاہور میں رہتی تھی۔ وہ ایسی حسین لڑکی تھی کہ میں اس کا بڑا بھائی ہوکر چوری چوری اس کی طرف دیکھتا اور سوچتا، اللہ میاں! تو نے یہ بت کس فرصت کی گھڑی میں گھڑا ہوگا۔ یہ چاند ہمارے صحن میں کیسے اُترآیا۔ پروین کے نین، کاجل بن کالے، اس کی کلائیاں گجروں بنا مہکتیں، اس کے رُخساروں کے گرد بھنورے منڈلاتے، اب اس نیلے گنبد کی ساری ٹائلیں اُکھڑ چکی ہیں، مگر چھت کی گولائی پر ابھی چاندنی چھلکتی ہے۔ پروین کو اپنے حسن کی خوشبو کا احساس نہ تھا۔ وہ ململ کے موٹے کپڑے پہنتی، سر پر کھدر کی چادر لے کر بس میں بیٹھ جاتی اور اس طرح کتابوں کا بستہ لے کر واپس آجاتی۔ اس کے ہم جماعت اس کے پیچھے گھر تک آتے مگر اسے کبھی پتا نہ لگا۔ وہ مس یونیورسٹی کے نام سے مشہور تھی مگر اس نے کبھی آئینہ نہ دیکھا'' (روزنامہ خبریں، ۲؍نومبر ۱۹۹۶ء۔ اقتباس از مضمون اسرار بخاری۔ بحوالہ راجپال کے جانشین)

قارئین کرام! یہ ہے مکروہ چہرہ اور گھٹیا کردار ان لوگوں کا جو اس مملکتِ خداداد میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی مخالفت کرتے ہیں۔ مذکورہ بالا الفاظ کسی سیکولرزم کے سرطان زدہ ایک جنسی حیوان کے علاوہ اور کون لکھ سکتا ہے۔ یہ لوگ اَخلاق اور دانائی کی ہر بات کی مخالفت کرتے ہیں مگر پھر بھی ''دانشور'' کہلاتے ہیں۔ اب ذرا غور فرمائیے پاکستان میں یہ اپنی پسند کا سیکولرزم نافذ کرنے میں کامیاب ہوجائیں، تو کیا اس ملک کی اَخلاقی بنیادیں قائم رہ سکیں گی؟

(۳) خالد احمد: پاکستان کے سیکولر طبقہ میں اچھی خاصی تعداد ایسے صحافیوں اور ''دانشوروں'' کی ہے جو یا تو قادیانی ہیں یا قادیانیت کے زبردست حامی ہیں۔ ان کے نام مسلمانوں سے ہیں، اسی لئے ناواقف لوگ ان کے علم وحکمت اور استدلال سے دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ شاید ان کا مؤقف خالصتاً علمی تجزیہ پر مبنی ہے۔ یہ اسلام پسندوں کو ہمیشہ متعصب اور جنگجو، تنگ نظر اور اپنے آپ کو روشن خیال، غیر جانبدار اور ترقی پسند ظاہر کرتے ہیں۔ یہ طبقہ بات کو پردوں میں چھپا کر بالواسطہ مطلب براری کیمھیونی طریقہ کار میں یدطولیٰ رکھتا ہے۔ اس طرح کے 'دانشور' اپنے اِلحاد، مذہب دشمنی، پاکستان دشمنی اور عوام دشمنی کو دجل وفریب کے غلاف میں لپیٹ کر بیان کرتے ہیں۔ ان کی اکثریت کسی نہ کسی سیکولر تنظیم کی تنخواہ دار

ہے۔ یہ طبقہ اپنے اثرات کے اعتبار سے غالبًا سیکولر طبقوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک خالد احمد اس طبقہ کے نمائندہ ترین اور معروف ترین فرد ہیں۔ موصوف ''فارن سروس'' کو چھوڑ کر عرصۂ دراز سے صحافت کے پیشہ سے وابستہ ہیں۔ انگریزی اخبارات ''فرنٹیر پوسٹ، اور ''دی نیشن'' کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ یہ پاکستان کی انگریزی صحافت میں مہنگے ترین صحافی سمجھے جاتے تھے۔ خالد احمد سکہبند قادیانی ہیں۔ سیکولرزم کے نام پر قادیانیت کے مقاصد کو جس فنکارانہ چابک دستی سے اس شخص نے آگے بڑھایا ہے، شاید ہی کسی اور صحافی نے ایسا کیا ہو۔ سیکولر حلقوں میں خالد احمد کو اونچے درجہ کا دانشور سمجھا جاتا ہے۔ اردو صحافت کو بھی موصوف منہ مارتے رہے ہیں۔ ''آج کل'' کے نام سے ہفت روزہ نکالتے تھے جو کامیاب نہ ہوسکا۔ آج کل نجم سیٹھی کے ''دی فرائیڈے ٹائمز'' میں لکھتے ہیں، مگر قابل اعتماد ذرائع کے مطابق اس کا بھاری مشاہرہ عاصمہ جہانگیر کے انسانی حقوق کمیشن سے وصول کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ان کے کالموں پر مبنی ایک ضخیم کتاب 'انحرافات' کے نام سے چھپی ہے۔

یہ کتاب پاکستان کے سیکولر طبقہ کی فکر کا نچوڑ ہے۔ اپنے مضامین میں خالد احمد بارہا اسلامی سزاؤں کو جدید دور میں ناقابل عمل اور غیر موزوں قرار دے چکے ہیں۔ قانونِ توہین رسالت کے خلاف جتنے مضامین ان صاحب کے قلم سے نکلے ہیں، شاید ہی اس 'جنونی' جذبے کے ساتھ کسی اور سیکولر صحافی نے تحریر کئے ہوں گے۔ پاک انڈیا پیپلز فورم کے پردھان 'دانشوروں' میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ مسئلہ کشمیر پر ان کا موقف وہی ہے جو گذشتہ دنوں این جی اوز کی بیگمات ظاہر کرتی رہی ہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کی ہر تحریک کی مخالفت یہ اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ مغربی تہذیب کو پاکستان میں متعارف کرانا ان کی صحافتی جدوجہد میں شامل ہے۔ پاکستان میں سیکولرزم کے انتھک اور مستقل مزاج مبلغ سمجھے جاتے ہیں۔ رنگا رنگ ثقافتوں کے نام پر پاکستان میں سیکولر افراد کا جو گروہ صوبہ پرستی اور پاکستان کی سالمیت کے خلاف کام کر رہا ہے، خالد احمد اس کے ہراول دستہ میں شامل ہے۔ علماء اور دینی طبقہ سے اس 'لبرل' اور رواداری کا درس دینے والے دانشور کو شدید کدورت اور نفرت ہے۔ یہ ان پر برسنے اور ان کی تذلیل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ پاکستان میں صیہونی لابی کے سرمائے سے کام کرنے والی این جی اوز پراپیگنڈہ کے لئے جن صحافیوں کے قلم کا سہارا لیتی ہیں، خالد احمد ان میں نمایاں ترین قلمکار ہیں۔ خالد احمد پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے شدید مخالف ہیں اور یہ بات سیکولر افراد کی اکثریت میں قدرِ مشترک ہے۔ خالد احمد جہاد کے کتنے خلاف ہیں اس کا اندازہ ان کے مضمون کے عنوان ''جہاد سے جرائم کی نمود'' سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

(۴) <u>ڈاکٹر مبارک علی:</u> ڈاکٹر مبارک علی بائیں بازو کے معروف مؤرخ ہیں، تاریخ پر اشتراکی نقطہ نظر سے بیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ سیکولرازم کے پرجوش حامی ہیں۔ سیاست اور مذہب کی تفریق پر یقین رکھتے ہیں۔ یورپی معاشرے میں سیکولرازم کے ارتقا پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یورپ میں صنعتی ترقی کے عمل کے نتیجہ میں جو سیاسی، معاشی اور سماجی تبدیلیاں آئیں انہوں نے

نہ صرف پرانی اَقدار، روایات اور نظریات کو کمزور کیا اور توڑا، بلکہ اس خلا کو نئے اداروں اور اَفکار سے پر کیا۔ اس سارے عمل میں سیاست اور مذہب دو جدا چیزیں رہیں اور یہی وجہ تھی کہ یورپ کے معاشرے میں جمہوریت اور سیکولرزم کی روایات فروغ پاسکیں۔ غیر صنعتی، ثقافتی معاشروں میں مذہب اور سیاست کو ایک سمجھا جاتا ہے، اسی لئے سیاسی حاکمیت کا جواز مذہب میں تلاش کیا جاتا ہے''

مذہب اور سیاست میں تفریق ایک ایسا نظریہ ہے جس پر ہر سیکولر فرد یقین رکھتا ہے۔ سیکولرزم کے نفاذ کا پہلا نتیجہ ہی یہی ہوگا۔ پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں اس نظریہ کے نفاذ کے مضمرات کیا ہوں گے، ہم اس پر آگے اظہارِ خیال کریں گے۔

(۵) عاصمہ جہانگیر: Feminism یا تحریکِ آزادیٔ نسواں کا اصل سرچشمہ بھی سیکولرزم ہے۔عورتوں کے حقوق کے نام پر عالمگیر فتنہ برپا کیا جارہا ہے۔ اسی تحریک کے نتیجے میں یورپ میں خاندانی نظام تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے۔

عاصمہ جہانگیر عورتوں کے حقوق کی پاکستان میں سب سے بڑی چمپئن سمجھی جاتی ہے۔ اسے پاکستان کے علاوہ یورپ کے سیکولر اداروں کی مکمل تائید و تعاون حاصل ہے۔ یہ عورت پاکستان میں سیکولرزم کے نفاذ کے لئے جنون میں مبتلا ہے۔ وہ بارہا سیکولرزم کے نفاذ کا مطالبہ کرچکی ہے۔ ۱۷ رجولائی ۱۹۹۴ء کو تو عاصمہ جہانگیر نے بڑے اعتماد سے یہ اعلان کیا: ''ہم ملک میں سیکولرزم لائیں گے'' (روزنامہ جنگ) اس سیکولر عورت کے نظریات بے حد خطرناک ہیں۔ یہ بے باک اور گستاخ عورت اپنے بیانات میں اہانتِ رسول کی مرتکب بھی ہوچکی ہے۔ ۱۷ رمئی ۱۹۹۶ء کی شام اسلام آباد ہوٹل میں ایک سیمینار کے دوران عاصمہ جہانگیر نے شریعت بل کے خلاف تقریر کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کو (نعوذ باللہ) نہ صرف جاہل کہا بلکہ تعلیم سے 'نابلد'، 'ان پڑھ' اور 'نہایت ست' کے الفاظ استعمال کئے۔ عاصمہ کے اس بیان پر سخت احتجاج ہوا، جو بعد میں 295-c، قانونِ توہین رسالت کی منظوری کی صورت میں منتج ہوا۔

متعدد بیانات میں عاصمہ نے کہا کہ پاکستان میں قوانین مذہبی بنیادوں پر بنائے گئے ہیں۔ اس نے اسلامی قوانین کو بارہا غیر انسانی اور وحشیانہ کہا۔ عاصمہ نے خواتین کے جلوس کی قیادت کی، انہوں نے پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر درج تھا: ''ملاں گردی بند کرو، پاکستان بچانا ہے تو مولوی کو بھگانا ہے'' ''امن کا دشمن، ملا''، ''جمہوریت اور سیکولرازم لازم وملزوم ہیں'' ۔مولوی کا نام سنتے ہی عاصمہ آپے سے باہر ہوجاتی ہے۔

۱۹۹۷ء میں خواتین حقوق کمیشن کی رپورٹ سامنے آئی۔ یہ کمیشن رپورٹ درحقیقت عورت فاؤنڈیشن اور شرکت گاہ کی رپورٹوں پر مشتمل تھی۔ اس رپورٹ کی تیاری میں سب سے زیادہ کردار عاصمہ جہانگیر نے ادا کیا۔ اس رپورٹ میں سفارش کی گئی تھی کہ حدود آرڈیننس کو منسوخ کیا جائے اور وفاقی شرعی

عدالت کو ختم کیا جائے۔ اسی رپورٹ میں اسقاطِ حمل کی اجازت کی سفارش بھی کی گئی اور سب سے عجیب بات یہ کہ بیوی سے زنا بالجبر Marital Rape کے مرتکب شوہروں کو عمر قید کی سزا دینے کی سفارش بھی کی گئی۔

عاصمہ بیجنگ کانفرنس کی خرافات مثلاً ہم جنس پرستوں کے بنیادی حقوق، اسقاطِ حمل کا حق وغیرہ کو درست سمجھتی ہے۔ جون ۲۰۰۰ء میں نیویارک میں ہونے والی بیجنگ پلس فائیو کانفرنس میں جو بے حیائی کا ایجنڈا پیش کیا گیا، عاصمہ جہانگیر اور این جی اوز کی دیگر بیگمات نے اس کی مکمل تائید کی۔

عاصمہ جہانگیر کی بھارت یاترا، وہاں بھارتی جاسوسوں سے ملاقاتیں، واہگہ بارڈر پر بھارتی فوجیوں میں مٹھائی تقسیم کرنے اور ہندوؤں کے ساتھ رقص کے واقعات تو ابھی چند ہفتے پہلے کا معاملہ ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں راقم نے چوہدری اعتزاز احسن، احمد بشیر، خالد احمد، ڈاکٹر مبارک احمد اور عاصمہ جہانگیر کے خیالات کو مختصر الفاظ میں پیش کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک فرد ایک مخصوص سیکولر گروہ کا نمائندہ ہے۔ یہ فہرست نہ تو مکمل ہے اور نہ ہی پاکستان میں تمام سیکولر گروہوں کی سوچ کی اس سے مکمل نمائندگی سامنے آتی ہے۔ مگر ان پانچ افراد کی سوچ کے مجموعہ کو سامنے رکھا جائے تو پاکستان میں سیکولرازم کے حامیوں کی اکثریت کے نظریات کی اصل حقیقت کو سمجھنے میں خاصی مدد ملتی ہے۔ اگر انسان کا عمل اس کی سوچ کا آئینہ دار ہوتا ہے، تو پھر ان افراد کے فکر وعمل کی روشنی میں پاکستان میں سیکولرزم کا نفاذ کس قدر خطرناک مضمرات کا حامل ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ ان افراد کے نظریات سے سیکولرزم کا جو مفہوم سامنے آتا ہے، اس سے سیکولرزم سے مراد محض ''غیر جانبداری'' نہیں بلکہ صریحاً الحاد اور اسلام دشمنی ہے۔ ان کے خیالات علامات ہیں، اس فکری سرطان کی جس کا مرض انہیں لاحق ہے۔

## سیکولرزم کے نفاذ کے مضمرات

آئین پاکستان کی رو سے پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے، اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہے۔ پاکستانی آئین قرآن وسنت کی بالادستی کے اُصول پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئین کے، آرٹیکل ۲۲۷ کی رو سے قرآن وسنت کے منافی کسی قسم کی قانون سازی نہیں کی جاسکتی۔ مذکورہ آرٹیکل کی رو سے پاکستان میں پہلے سے موجود کسی بھی قانون جو قرآن وسنت سے متصادم ہو، کو اسلام کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔ بالفرض پاکستان میں سیکولرازم کو نافذ کر دیا جائے، تو اس سے جو گھمبیر انقلاب رونما ہوگا اور اس بنیادی تبدیلی کے پاکستان کے ریاستی ڈھانچے اور سماجی اداروں پر جو اس کے اثرات مرتب ہوں گے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(ا) اسلام کے بنیادی اصول کے مطابق حاکم حقیقی صرف اللہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں اس بنیادی حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے: ﴿اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ﴾ (یوسف: ٦٧) یعنی ''حکم کسی کا نہیں مگر اللہ کا'' ایک اور جگہ فرمایا: ﴿اَلَا لَہُ الْحُکْمُ، وَھُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ﴾ ''خبردار،

اسی کے لئے حکم کرنا ہے اور وہ سب سے جلد حساب لینے والا ہے'' (الانعام:۶۲)

اسلامی نظریہ کے مطابق حکومت اور سلطنت کی اصل مالک ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ رسول کریمؐ اللہ کے نمائندے کی حیثیت سے جہاں شریعت کے ترجمان ہیں وہاں مسلمانوں کے سیاسی سربراہ بھی ہیں۔ بعد میں آنے والے خلفاء اور مسلم حکمران نبی اکرمؐ کی اس سیاسی حیثیت کے ذمہ دار متصور ہوتے ہیں جو ایک مقدس امانت ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصود ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو دنیا میں اس کی شریعت کے مطابق نافذ کرے۔ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

''اس عقیدہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ مانا جائے کہ احکام کے اِجراء اور قوانین کے وضع کا اصل حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ البتہ اس نے اپنی شریعت میں اَحکام اور قوانین میں جو کلیات اور قواعد بیان فرمادیئے ہیں انکے تتبع سے اہل علم اور مجتہدین دین نئے نئے احکامِ جزئیہ مستنبط کرسکتے ہیں''

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اہل عقل اپنی ناقص عقل سے جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ حکم الٰہی کے مطابق نہیں ہے تو گو اس میں کچھ ظاہری مصلحتیں ہوں مگر حقیقی مصلحتوں کے جاننے کے لئے امر غائب اور مستقبل کا صحیح علم ہونا ضروری ہے اور یہ انسان کے بس سے باہر کی بات ہے۔ اس لئے حقیقی مصلحتیں اسی حکم میں ہیں جس کو خدائے عالم الغیب نے نازل فرمایا'' (سیرت النبیؐ: جلد ہفتم، صفحہ:۱۷۴)

اسلام کے ان اُساسی نظریات کا موازنہ اگر سیکولر ازم کے بنیادی تصورات سے کیا جائے، تو دونوں میں بعد المشر قین ہے۔ سیکولرزم میں خدائی اَحکام کی بجائے عقل کی تاویلات کو اہمیت دی جاتی ہے۔ سیکولرزم کی بنیاد ہی مذہب سے نفرت اور بیزاری پر مبنی ہے۔ اگر سیکولر ازم کو پاکستان میں نافذ کردیا جائے تو اس کا پہلا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام ریاست کا سرکاری مذہب نہیں رہے گا۔ کیونکہ سیکولرزم کے مطابق مذہب ایک شخصی معاملہ ہے جس کا ریاستی اُمور سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جب مذہب کی سرکاری حیثیت ختم ہوجائے تو پھر قرآن وسنت کی قانونی ڈھانچے میں بالادستی بھی قائم نہیں رہے گی۔ کوئی بھی قانون چاہے وہ قرآن وسنت سے کس قدر متصادم ہو، اُسے چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔ اب تک پاکستان میں یہ صورت ہے کہ اگرچہ اسلامی شریعت کا مکمل نفاذ عمل میں نہیں لایا گیا، جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حکمران طبقہ اسلام سے مخلص نہیں ہے۔ مگر رائے عامہ کے دباؤ کے تحت پاکستان کے کسی بھی سیکولر حکمران کو قرآن وسنت کی صریحاً خلاف ورزی پر مبنی کسی بھی قانون کو نافذ کرنے کی اب تک جراءت نہیں ہوئی ہے۔ مثلاً پاکستان کے کئی حکمران شراب نوشی میں مبتلا رہے ہیں لیکن پاکستان میں شراب نوشی کو جائز قرار دینے کا حوصلہ کسی کو بھی نہ ہوا۔ پاکستان میں ابھی تک سودی نظام رائج ہے مگر کسی بھی صدر یا وزیراعظم یا کسی فوجی حکمران نے سود کو جائز قرار دینے کی ہمت نہیں کی۔ سودی نظام کو جاری رکھنے میں مختلف تاویلات سے کام لیا جاتا رہا ہے اور مستقبل میں غیر سودی نظام رائج کرنے کے وعدوں پر عوام کو مسلسل ٹرخایا جاتا رہا ہے۔ اگر سیکولر ازم

کو پاکستان کی نظریاتی اَساس تسلیم کرلیا جائے تو پھر شراب نوشی اور سودی کاروبار کو اگر کوئی جائز قرار دیتا ہے تو اس کو چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔

(۲) پاکستان کا سیکولر طبقہ جو آج کل سیکولرزم نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے اور سیکولرزم کو محض ''ریاستی غیر جانبداری'' کا نام دیتا ہے، اگر اسے مکمل اقتدار مل گیا تو پھر یہ محض 'غیر جانبدار' نہیں رہے گا۔ دینی طبقہ، علماء اور اسلام پسندوں کے خلاف یہ جس طرح کی شدید نفرت کرتے ہیں، اس کا عملی مظاہرہ اِقتدار پر قبضہ کرنے کے فوراً بعد سامنے آجائے گا۔ ترکی اور دیگر اسلامی ممالک میں لادینیت پسندوں نے علماء کو جس بہیمانہ تشدد اور ذلت آمیز سلوک کا نشانہ بنایا وہ اسلامی تاریخ کا تاریک ترین باب ہے۔ جب لادینیت پسند اقتدار میں نہیں ہوتے تو یہ 'برداشت' اور 'رواداری' کے ترانے گاتے ہیں، مگر اقتدار میں آکر ان پر وحشت اور بربریت غالب آجاتی ہے۔ ترکی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ۱۹۹۸ء میں ترک پارلیمنٹ کی رکن ایک خاتون محترمہ مروہ کی محض اس 'جرم' کی پاداش میں نہ صرف پارلیمنٹ کی رکنیت ختم کردی گئی بلکہ انہیں ملک بدر بھی کردیا گیا کہ وہ اسمبلی کے اجلاس میں سر پر سکارف لے کر آئی تھیں جو کہ اسلامی خواتین کے شرم و حیا کی علامت ہے۔ ترکی کے بظاہر مسلمان مگر اصل میں 'روشن خیال' لادینیت پسندوں کو ان خواتین پر تو کوئی اعتراض نہیں ہے جو اسمبلی میں یورپی لباس اسکرٹ وغیرہ پہن کر آتی ہیں۔ مگر ایک خاتون رکن کے سکارف پہننے سے ان کا سیکولرزم خطرے میں پڑ جاتا ہے۔

(۳) یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اگرچہ اقتدار کی قوت سے لوگوں کے دلوں سے اسلام سے وابستگی کا مکمل خاتمہ کرنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ سوویت یونین کی سنٹرل ایشیا پر ظالمانہ اِجارہ داری کے باوجود مسلمان ریاستوں سے اسلام کو ختم نہیں کیا جاسکا۔ اور جیسا کہ اتاترک اور اس کے سیکولر جانشینوں کی تمام تر اسلام دشمن کارروائیوں کے باوجود ترکی میں ایک دفعہ پھر عوام میں اسلام پسندوں کو مقبولیت حاصل ہورہی ہے۔ مگر یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اگر اِقتدار پر سیکولر طبقہ قابض ہوجائے اور ان کا اقتدار طوالت اختیار کرجائے تو اس ملک میں اسلام پسندوں کی اَخلاقی و سیاسی طاقت میں کمی آنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے فروغ کا سلسلہ بھی متاثر ہوتا ہے۔ حکمران طبقہ کا اسلام کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ نوجوان نسل کے اَذہان کو متاثر کردیتا ہے جس کے نتیجے میں ان کی اَسلاف سے محبت میں کمی آجاتی ہے۔ وسطی ایشیا کی مسلمان ریاستوں کے مسلمان اگرچہ 'کافر' نہیں ہوئے لیکن سچی بات یہ ہے کہ روسی کمیونسٹوں کی اسلام پر قدغنوں کی وجہ سے وہ صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہ رہ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سوویت یونین سے آزاد ہونے کے باوجود ازبکستان، تاجکستان، قازقستان اور دیگر وسط ایشیا کی مسلمان ریاستوں پر جو گروہ قابض ہے، وہ نظریاتی اعتبار سے اب بھی اشتراکی ہے۔ سیکولر ریاست میں چونکہ آزادیٔ اظہار کے نام پر عریانی و فحاشی کو خوب تشہیر دی جاتی ہے، ذرائع ابلاغ جنسی شہوت رانی کو ہوا دینے والے پروگرام نشر کرتے ہیں جو نوجوان نسل کے اَذہان کو مسموم کردیتے ہیں، اسی لئے قوم کی اچھی خاصی

تعداد ان سفلی لذت کوشیوں کی عادی ہو جاتی ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سیکولر ریاست میں ایک بہت بڑا گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو اپنے آپ کو اسلامی قوتوں کا حریف سمجھتے ہوئے سیکولرازم کا اسی طرح جذباتی انداز میں دفاع کرتا ہے جس طرح مذہبی طبقہ اسلام یا کسی دوسرے مذہب کا کرتا ہے۔ یورپ اور ترکی میں بالکل یہی صورت رونما ہوتی ہے۔ اب اگر یورپی ملک میں سیکولرازم کے خلاف بات کی جائے، تو وہاں کے ذرائع اَبلاغ خطرے کی گھنٹی بجاتے ہوئے طوفان کھڑا کر دیتے ہیں اور بات کرنے والے کو منہ چھپانا مشکل ہو جاتا ہے۔

(۴) پاکستان کے لادینیت پسند مغرب زدہ طبقہ کا اصل ہدف ہی یہ ہے کہ ترقی کے نام پر اس ملک میں مغربی تہذیب اور اِلحاد کو رواج دیا جائے۔ وہ خود سوچنے سمجھنے یا آزادانہ تحقیق کی صلاحیت سے محروم ہے۔ ان کی فکر کا حقیقی سرچشمہ تہذیبِ مغرب ہی ہے۔ یورپی مفکرین کے اَفکار کی جگالی کو ہی یہ لوگ 'دانشوری' کا نام دیتے ہیں۔ پاکستان کے بدیسی اشتراکیوں کی کوئی تحریر دیکھیں یا ان کی تقریر سنیں، ڈیڑھ درجن اشتراکی اِصطلاحات کو گھما پھرا کر یہ لوگ موقع بے موقع بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہی حال مغربی تہذیب کے دلدادگان کا ہے۔ پاکستانی کلچر، اُردو زبان، مقامی لباس، مقامی کھانوں اور مقامی اَقدار سے انہیں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں ہے، بلکہ اُن سے یہ نفرت کرتے ہیں۔ مقامی اَقدار سے نفرت کے اظہار کو یہ روشن خیالی کا نام دیتے ہیں۔ اگر اس ملک میں سیکولرازم کو نافذ کر دیا جاتا ہے تو سرکاری ذرائع اَبلاغ میں قومی ثقافت کی معمولی سی جھلک جو آج ہم دیکھ پاتے ہیں، یہ بھی مفقود ہو جائے گی۔ اتاترک نے ترکوں کو ترکی ٹوپی پہننے منع کر دیا، اس نے اعلان کیا کہ ترکوں کا لباس غیر مہذب اور غیر شائستہ ہے لہٰذا اس نے مغربی لباس کا پہننا ضروری قرار دیا۔ اس نے عربی رسم الخط کی بجائے رومی رسم الخط جاری کیا جس کے نتیجے میں ترکوں کی آنے والی نسلیں مسلمانوں کے عظیم تاریخی وِرثہ اور کتب سے بے گانہ ہو کر رہ گئیں۔

(۵) پاکستان میں سیکولرازم کے نفاذ کی صورت میں سب سے زیادہ زَد دینی مدارس پر پڑنے کا اِمکان ہے۔ پاکستان کا لادین طبقہ دینی مدارس کو ''دہشت گردی کے اڈے'' قرار دے کر ان پر پابندی لگانے کا مطالبہ کر رہا ہے۔ امریکہ اور یورپی ممالک کو بھی دینی مدارس کا وجود ایک آنکھ نہیں بھاتا۔ کیونکہ ان مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ مغربی تہذیب سے نفرت کرتے ہیں اور پاکستان میں اِلحاد کے فروغ میں مزاحم بنے ہوئے ہیں۔ وزیرداخلہ معین الدین حیدر کا جو بیان ۱۱ رجون ۲۰۰۰ء کو نیویارک میں چھپا، اس میں مبینہ طور پر انہوں نے کہا کہ وہ ایسے دینی مدارس پر پابندی عائد کر دیں گے جو مغرب کے خلاف نفرت پھیلا رہے ہیں۔ پاکستان میں این جی اوز کا نیٹ ورک دینی مدارس کو بدنام کرنے کی گھٹیا مہم شروع کئے ہوئے ہے۔ اب اگر یہ صورت ہے تو سیکولرزم کے نفاذ کے بعد کی سنگین صورتحال کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت کا خاتمہ کرتے ہی دینی مدارس پر پابندی عائد کر دی تھی۔

(۶) سیکولرازم میں کسی ایسے نظامِ تعلیم کو برداشت نہیں کیا جاتا جس میں مذہبی تعلیمات کا ذکر ہو،

پاکستان کے موجودہ نظامِ تعلیم میں ایک خاص تناسب سے اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کو مختلف درجات میں نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ اگر پاکستان کو خدانخواستہ سیکولر ریاست بننے دیا گیا تو یہاں کا نظامِ تعلیم یکسر لادینی اور مذہبی دشمن ہوجائے گا۔ اسلامیات اور مطالعہ پاکستان جیسے مضامین کو نصاب میں شامل کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تعلیمی اداروں کا ماحول 'لبرل' اور 'ماڈرن' ہوجائے گا۔ یونیورسٹیوں میں ہی نہیں بلکہ کالجوں میں بھی مخلوط تعلیم کو رائج کر دیا جائے گا۔ تعلیمی اداروں میں جنسی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے گا۔ یہ بات تو پہلے ہی یونیسکو کے پروگرام میں شامل ہے۔ موسیقی اور لہو و لعب کے پروگراموں کے تعلیمی اداروں میں انعقاد پر کسی قسم کی قدغن نہیں ہوگی۔ کسی ایسے فرد کو تعلیمی اداروں میں ملازمت نہیں ملے گی جو سیکولرازم پر یقین نہ رکھتا ہو۔ مصر کی سیکولر حکومت نے طالبات پر پابندی لگا دی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں میں سکارف اوڑھ کر نہیں جاسکتیں۔ پاکستان کے لادینیت پسند ان سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ آزادانہ اختلاط کی وجہ سے نوجوان نسل میں جنسی بے راہ روی فروغ پائے گی۔ پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں خدا وہ دن نہ دکھائے جب تعلیمی اداروں میں بے نکاحی مائیں زیرِ تعلیم ہوں جیسا کہ جدید یورپ میں ہو رہا ہے۔

(۷) پاکستان میں این جی اوز نے عورتوں کے حقوق کے نام پر پہلے ہی فتنہ کھڑا کر رکھا ہے۔ سیکولرازم کے نفاذ کے بعد پاکستانی خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ پاکستان میں طلاقوں کی شرح میں کئی گنا اضافہ ہوجائے گا۔ 'لبرل' عورتیں یورپ کی طرح کھلم کھلا اپنے آشناؤں کے ساتھ 'میاں بیوی' کی حیثیت سے رہنا شروع ہوجائیں گی اور قرآن و سنت کی رُو سے ان پر گرفت نہیں کی جاسکے گی۔ این جی اوز خواتین کے لئے ہر وہ حق مانگ رہی ہیں جس میں ان کی آزادانہ مرضی کو دخل ہو۔ یورپ کی عورتوں نے اسی آزادانہ مرضی کا حق استعمال کرتے ہوئے ہم جنس پرستی کو بنیادی حقوق میں شامل کروا لیا ہے۔ ازدواجی عصمت دری کی سزا بھی نافذ گئی، تو کئی شوہروں کو جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ خواتین جب چاہیں گی، مردوں کو طلاق دے کر نئی منزلوں کا سفر اختیار کرلیں گی۔ سیکولرازم کے نفاذ کے بعد پاکستان میں گھریلو زندگی کا نقشہ یکسر بدل جائے گا۔ اِسقاطِ حمل کی اجازت کی وجہ سے جنسی بے راہ روی کا سیلاب آجائے گا۔

(۸) پاکستان کے سیکولر ریاست بننے سے جہادِ کشمیر کو سخت نقصان پہنچے گا۔ پاکستان کا سیکولر گردش خیال طبقہ جہاد کو دہشت گردی تصور کرتا ہے۔ سیکولر 'دانشور' پاکستان میں جہادی کلچر کے فروغ پانے کا واویلا کر رہے ہیں۔ اور اسے 'سول سوسائٹی' کے لئے شدید خطرہ قرار دے رہے ہیں۔ راقم الحروف نے کئی سیکولر افراد کو مسئلہ کشمیر کو پاکستان کے لئے سرطان کہتے ہوئے سنا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان مقبوضہ کشمیر کو بھول جائے۔ پاکستان کا سیکولر طبقہ بھارت سے خاص اُلفت رکھتا ہے، وہ پاکستان اور بھارت کے درمیان جغرافیائی سرحدوں کی موجودگی پر سخت پریشان ہے۔ وہ بھارت میں آزادانہ آمد و رفت اور میل ملاپ کا

حامی ہے۔ بھارت میں جا کر پاکستان کے خلاف زبان درازیاں کرنا ان کا معمول ہے۔ وہ بھارت او پاکستان کے کلچر میں کوئی فرق تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے۔

(۹) پاکستان کا سیکولر طبقہ صوبوں کے حقوق کے نام پر وفاقِ پاکستان کے خلاف سازش میں مصروف ہے۔ یہ محض حسن اتفاق نہیں ہے کہ الطاف حسین، سرائیکی صوبہ تحریک کے سربراہ تاج لنگاہ، پختونخواہ کا مطالبہ کرنے والے بلوچستان کے محمود اچکزئی، عطاء اللہ مینگل وغیرہ سب سیکولر ہیں۔ پاکستان کو اگر سیکولر ریاست بنا دیا جائے تو علاقائی، لسانی اور نسلی تعصبات کو مزید ہوا ملے گی۔ پاکستان دشمنوں کو اپنی سازشوں پر عمل درآمد کرانے میں سازگار فضا میسر آئے گی۔

(۱۰) سیکولرازم کے نفاذ کے بعد پاکستان میں سب سے اہم تبدیلی یہ آئے گی کہ پاکستان اپنے قیام کے جواز سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ پاکستان کا صحیح تشخص، اس کی اِسلام سے وابستگی ہے۔ سیکولرزم کا ہدف پاکستان جیسے اسلامی معاشرے کو اسلامی تشخص سے محروم کر کے اس میں مغربی تہذیب کی ملحدانہ اَقدار کو پروان چڑھانا ہے۔ ہمارے سیکولر دانشوروں کو پاکستان کے نام کے ساتھ ''اسلامی جمہوریہ'' کے اَلفاظ تک پسند نہیں ہیں۔ حال ہی میں تحریکِ استقلال کے رہنما اصغر خان نے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے نام سے 'اسلامی' کا لفظ ختم کر دیا جائے۔ یہ محض اَصغر خان کی سوچ نہیں ہے، پاکستان کا ہر قابل ذکر دانشور جو سیکولرازم پر یقین رکھتا ہے، یہی فکر رکھتا ہے۔ پاکستان کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کا سوال پاکستان کے مستقبل اور بقا کے سوال سے جڑا ہوا ہے۔ یہ ایک عظیم چیلنج ہے جو اہل پاکستان کو فکری اِرتداد کا شکار 'پاکستانیوں' کی طرف سے دیا جارہا ہے۔ بیرونی اعتبار سے پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کا ذمہ تو پاکستان کی مسلح افواج نے لے رکھا ہے، مگر اس مملکتِ خداداد کی نظریاتی سرحدوں کی ذمہ داری کون سنبھالے گا؟ یہ ہم سب کے سوچنے کی بات ہے۔ اگر ہم ایک زندہ قوم کی طرح سے اپنا وجود برقرار رکھنا چاہتے ہیں، تو اس اہم قومی مسئلہ سے چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ سیکولرزم ایک عظیم فتنہ ہے جس کی بیخ کنی اِنفرادی جدوجہد کی بجائے اجتماعی تحریک کے ذریعہ ہی ممکن ہے!! ☆☆


آزادی کی انقلابی تحریک

فوجی بھرتی بائیکاٹ ۱۹۳۹ء

مؤلف: محمد عمر فاروق

-/150 روپے

جنگ عظیم دوم میں ہندوستان سے انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف ایک عظیم تحریک ''فوجی بھرتی بائیکاٹ'' ملک بھر میں مجلس احرار اسلام کی پہلی اور تنہا آواز، اکابر احرار کی جرأت و کردار، آزادی کے گمنام کارکنوں کا تذکرہ، قربانی و ایثار کی لازوال داستان، ایمان پرور واقعات اور کفر شکن مہمات، تاریخ آزادیٔ ہند کے اس روشن باب پر پہلی کتاب

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ● مکتبہ احرار 69 سی حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور